رسائل و مسائل

جمہوریہ اسلامیہ پاکستان

سوال :- اطبا مجھے مطالعہ اور غور و فکر سے شدت کے ساتھ روکتے ہیں، اس لیے دل میں وفورِ شوق کے باوجود، ممکن ہے کہ کتب مشارٌ الیہا کا مطالعہ احقر سے نہ ہو سکے، اور نہ کتابیں اس وقت احقر کے پاس ہیں۔ اس لیے احقر دوبارہ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔ گرامی نامہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ریاستِ پاکستان کی سیاسی نوعیت کو ملوکیت اور آمریت سے متمائز کرنے کی خاطر اس کے لیے "جمہوریہ" کا لفظ پسند فرمایا گیا ہے۔ لیکن، میرے محترم! بعض باتوں میں اسلام کی مشارکت و مماثلت نہ صرف جمہوریت کے ساتھ ہے بلکہ خود آمریت کے ساتھ بھی ہے جس کا انکار حضرت بھی نہیں فرمائیں گے۔ اسی طرح اشتراکیت کو بھی جمہوریت کے ساتھ مشارکات ہیں، بلکہ اشتراکیت خود جمہوریت ہی کی ایک خاص شکل کا نام ہے۔ معہٰذا بیس تیس سال میں اس کی نوعیت دیگر سیاسی انواع سے متمائز ہو گئی اور اصطلاح بھی الگ بن چکی، اور مغربی جمہوریت بھی دو سو سال میں ملوکیت سے خوب متمائز ہو چکی۔ کیا اسلام جو اپنی بالکل آخری شکل میں شریعتِ محمدی کی صورت میں سوا ہزار سال قبل منظرِ عام پر آ چکا ہے وہ بجمیع مشخصاتہ ولوازمہ ملوکیت، آمریت یا خود جمہوریت سے متمائز نہیں ہوا؛ یقیناً ہوا، جیسا کہ انسان مشارکت فی الجنس واللوازم کے باوجود دیگر انواعِ حیوان سے متمائز ہوا ہے۔ اگر ایسا ہے تو جیسا کہ اشتراکی پروگرام کو ماننے والے روس اور چین کے لیے صرف اشتراکی روس اور چین کہنا کافی ہو سکتا ہے تو اسلامی پروگرام کو ماننے والے پاکستان کے لیے اسلامی پاکستان (مملکتِ اسلامیہ پاکستان) کہنا کافی نہ ہو گا؟ اور کیوں دیگر انواعِ ریاست سے یہ ریاست متمائز نہ ہو گی۔

میرے محترم! اگر ہم نے پاکستان کے لیے جمہوریہ کا لفظ اس لیے پسند کیا کہ دنیا اسے پسند

کرے، کیونکہ دنیا میں آج جمہوریت مقبول عام ہو چکی ہے تو کیا کل جو اشتراکیت کا دَور دورہ ہونے والا ہے، اور اگر کوئی دوسرا ہٹلر پیدا ہو گیا تو ممکن ہے کہ خود آمریت ہی کا بول بالا ہو جائے، تو کیا مشارکت فی بعض لوازمہ کی وجہ سے اس وقت "اشتراکیۂ اسلامیۂ فلاں ملک" یا آمریۂ اسلامیۂ فلاں ملک" کہنا مناسب ہوگا؟ کیا یہ ہمارے احساس کمتری یا مرعوبیت کا نتیجہ نہ ہوگا؟ کیا اس سے اسلام ایک ڈھکوسلا نہیں بن جاتا؟

میرے محترم! آپ کا یہ فرمانا کہ یہ ریاست مغربی طرز کی جمہوریہ نہیں ہے بلکہ جمہوریت کے اُن اصولوں پر قائم ہوئی ہے جو اسلام نے پیش کیے ہیں، مثلاً ہم کہیں کہ ہم مساوات، رواداری یا آزادی کے اُن اصولوں کو اپنی ریاست میں قائم کرنا چاہتے ہیں جو اسلام نے متعین کیے ہیں — کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ہم اپنی ریاست میں جمہوری اصولوں ہی کو قائم کرنا چاہتے ہیں جو موافق بالاسلام ہیں، نہ کہ خود اسلام کو جو مشتمل بر مساوات، رواداری، یا آزادی وغیرہ ہے؟

خدارا اس مسئلہ پر ذرا اطمینان و سکون سے غور فرماویں، مسئلہ بہت نازک ہے۔

جواب:۔ پوری عالمی فضا کو اگر آپ سامنے رکھیں تو اسلام کا نظام ایک جانی پہچانی چیز نہیں ہے۔ بلکہ خود مسلمانوں کے ذہن بھی الجھتے ہیں۔ ایک اس وجہ سے کہ کتاب و سنّت کے اسلام کے اوپر مسلمانوں کی عملی تاریخ کے جو پردے صدی بہ صدی رکھے جاتے رہے ہیں انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی روش کو گڈمڈ کر دیا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ہماری تاریخ کے بے شمار ابواب پر ملوکیت چھائی ہوئی ہے۔ اور یہ سارے ابواب بھی "تاریخ اسلام" کے عنوان سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ مستشرقین اور عیسائی مشنریوں نے اسلام کے متعلق دنیا بھر میں پڑھا جانے والا جو مغالطہ انگیز لٹریچر پیدا کیا ہے اس کی تاخت سے کم ہی لوگ محفوظ ملیں گے۔ علاوہ بریں فلسفۂ سیاسیات اور تاریخ سیاسیات کے میدان میں نفس "مذہبی حکومت" (THEOCRACY) کی جو تصویر پیش کی جاتی ہے، دنیا کا عام سیکولر ذہن اسے اُٹھا کر اسلام پر بھی چیپک دیتا ہے۔ اب جہاں آپ نے اسلامی حکومت کا نام لیا، فوراً ایک خاص مذہبی طبقے کے آمرانہ اقتدار کا تصور بندھ گیا — نہ صرف بین الاقوامی فضا میں بلکہ خود پاکستان

ہیں، اور نہ صرف غیر مسلموں میں بلکہ خود مسلمانوں میں! چنانچہ یہاں ایک مدت سے "اسلامی نظام" کی دعوت کے خلاف اب تک یہ دلیل دہرائی جارہی ہے کہ یہ چند ملاؤں کی حکومت جمانے کی کوشش ہے۔

پس اسلام کے بارے میں شبہات اور غلط فہمیوں کی غبار آلود فضا دُور دُور تک پھیلی ہوئی ہے، اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نظامِ زندگی کا نظریۂ اساسی اور اس کے اصول اور اس کا تفصیلی تصور بالکل نکھر کر دنیا کے سامنے موجود ہے۔ اندریں حالات اگر ریاستِ پاکستان کے تسمیہ میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ اسے سنتے ہی یہ مغالطہ رفع ہوجائے کہ یہاں کسی خاص طبقے کی ڈکٹیٹرشپ قائم نہیں کی جارہی تو یہ مناسب ہے اور حدیث کی اس تعلیم کے عین مطابق ہے کہ اپنے آپ کو مواقع ظن اور مواضع تہمت سے بچانا چاہیے۔

جب یہ حقیقت مسلّم ہے کہ اسلام کا نظام بادشاہت، آمریت یا محدود مذہبی طبقے کے تسلط کا متحمل نہیں ہے، بلکہ وہ اصولِ شورائیت پر کام کرتا ہے، یعنی اربابِ امر کے انتخاب، تفویضِ فرائض اور تصفیۂ امور میں مسلم سوسائٹی کو باہمی مشورے پر انحصار کرنا چاہیے، اور نصوص کی تعبیر اور اجتہادیات میں اسلام کے مفاد کے ساتھ عامۃ المسلمین کے مفاد و مصالح کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی نظام کے ان خواص کو موجودہ دور کی زبان اور ذہنی فضا کے لحاظ سے کس طرح بیان کیا جائے۔ ایک شکل نئی اصطلاح وضع کرنے کی ہوسکتی ہے مگر یہ اسی صورت میں درست ہوتی جبکہ نئی اصطلاح پہلے سے وضع ہوکر دنیا میں، خصوصاً پاکستان میں اپنے مفہومِ خاص کے ساتھ جانی جاچکی ہوتی۔ ایسا نہیں ہوا۔ پھر دوسری شکل یہی رہ جاتی ہے کہ مروجہ الفاظ کو ضروری احتیاط کے ساتھ استعمال کرلیا جائے۔ یہی دوسری شکل پاکستان میں اختیار کی گئی ہے۔ "جمہوریۂ اسلامیہ" کے الفاظ جمہوریت کو دو اقسام میں بانٹ رہے ہیں'— ایک اسلامی، دوسرے غیر اسلامی (مغربی) — اور پھر یہ الفاظ پاکستان کے لیے جمہوریت کی اس خاص شکل کو پیش کرتے ہیں جو اسلامی ہے۔

واضح رہے کہ اصل نام انگریزی میں "اسلامک ری پبلک آف پاکستان" تجویز کیا گیا ہے۔ "ری پبلک" کا لفظ جمہوریت کے مقابلے میں مختلف مفہوم رکھتا ہے۔ "جمہوریت" کا اطلاق وہاں ہوسکتا ہے جہاں

لازماً حاکمیت کا سرچشمہ عوام ہوں اور مجرد عوام کی مرضی اور ان کی خواہشات نظامِ زندگی کی تشکیل کریں۔ لیکن رُی پبلک کے مفہوم کا دائرہ وسیع ہے، اس کا اطلاق ایسی ریاست اور ایسے معاشرہ پر بھی ہو سکتا ہے جس کی بنیاد خدا کی حاکمیت کے تصور پر ہو، اور عوام بطورِ خود صاحبِ حاکمیت نہ ہوں، نہ ان کی مرضی اور ان کی خواہشات آخری فیصلہ کن طاقت ہوں۔ لیکن ری پبلک میں اتنی بات ضرور ہوتی ہے، عوام کی رائے اور عوام کے مفاد کو نظامِ حکومت کے کام کرنے میں دخل حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ لفظ روس اور چین کی ریاستوں کے لیے بھی اختیار کیا گیا ہے (سوشلسٹ سوویٹ ری پبلک آف رشیا، چائنا)۔ گویا نظامِ زندگی کی اصولی نوعیت "سوشلسٹ" کے لفظ میں بیان کی گئی ہے اور اس کے طریقِ عمل کو لفظ "ری پبلک" سے واضح کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہمارے یہاں نظامِ زندگی کی اصولی نوعیت لفظ "اسلامک" سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی "عوامیت" کے پہلو کو نمایاں کرنے کے لیے لفظ "ری پبلک" اختیار کیا گیا ہے۔

مان لیجیے کہ اس اہتمام کے باوجود مغالطے کا کوئی نہ کوئی امکان سہی، لیکن اصطلاحات کا مفہوم مروجہ لغت ہی سے متعین نہیں ہوتا، بڑی حد تک ان کو معنی ایک ریاست یا معاشرے کا عملی نمونہ دیتا ہے۔ اگر فی الواقع ہم اپنے ملک میں جمہوریت کے انہی اصولوں اور طریقوں کا پابند ہوں جو اسلام نے دیئے ہیں اور اپنے سیاسی نظام کو شروع ہی سے مغربی جمہوریت سے متمیز رکھنے کی فکر کریں تو پھر مغالطوں کا جو امکان سامنے آتا ہے وہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ چند سال کے اندر اندر ہم اپنی اصطلاح کا امتیازی مفہوم عملی نمونے کی صورت میں دکھا کر کہہ سکیں کہ یہ ہے "اسلامی ری پبلک" یا "اسلامی جمہوریت"!

ہم نے عوام کی تربیت کے لیے جو لٹریچر فراہم کیا ہے اس میں سب سے پہلے اس فتنے کی بیخ کنی کر دی گئی ہے کہ مرعوبانہ ذہن کے ساتھ چلتے ہوئے نظاموں اور اصطلاحوں کو جوں کا توں لے کر انہیں "اسلامی" ثابت کیا جائے۔ خود لفظ جمہوریت کے مغربی مفہوم کے اثر سے دماغوں کو پاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔ دوسری طرف جمہوریت کے اسلامی مفہوم کو نکھار کر پیش کر دیا گیا ہے اور صرف پیش ہی نہیں کر دیا گیا، عملاً ہماری پاکستان گیر نظامِ جماعت اسی مفہوم کے مطابق کام کر رہا ہے۔

ہماری اس کوشش کا دائرۂ اثر جتنا جتنا وسیع ہو گا، از خود اسلامی جمہوریت کا صحیح تصور قائم ہوتا جائیگا۔ نیز پاکستان کے سیاسی نظام میں ہم اسی اسلامی تصور کو راسخ کرنے میں مصروف ہیں اور معروف رہیں گے۔

آخری گذارش یہ ہے کہ الفاظ اور اصطلاحات مختلف ادوار میں حسب ضرورت اختیار کیے جاتے ہیں اور مجرد یہ چیز کوئی نازک مسئلہ نہیں پیدا کرتی، قابلِ غور یہ چیز ہوتی ہے کہ اصل حقیقت میں تو کوئی تحریف نہیں ہو رہی۔ اصل حقیقت اگر جوں کی توں موجود رہے تو اس کے لیے پیرایہ ہائے بیان تہ نئے اختیار کرنے پڑتے ہی ہیں! فکر کیجیے تو اس بات کی کیجیے کہ پاکستان میں عملاً جو نظام کام کرے وہ نقطہ بہ نقطہ اسلامی ہونا چاہیے۔ پھر اصطلاحات اس کے قامت پر خود ہی راست آجائیں گی!

وجودِ باری تعالیٰ سے متعلق وساوس کا علاج

سوال:- میں ایک گنہ گار مسلمان ہوں۔ مدتوں جہالت کی زندگی بسر کرتا رہا ہوں کچھ عرصے سے مجھ میں عبادت اور تلاوت کا شوق پیدا ہوا ہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ ساتھ ہی ساتھ میرے دل میں وسوسے پیدا ہو رہے ہیں۔ میں انہیں دبانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ڈر ہے کہ اگر یہ شکوک دُور نہ ہوئے تو اس ادھیڑ بن میں عبادت مجھ سے ترک ہو جائے گی اور پھر میں گمراہی کی طرف دھکیل دیا جاؤں گا۔ جو شبہ میرے دل میں بار بار پیدا ہوتا ہے اُسے میں زبان پر نہیں لانا چاہتا لیکن میں اسے محض اس لیے آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ آپ مجھے مطمئن کر سکیں۔ سوال جو میرے دل میں رہ رہ کر اٹھتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے اور وہ کیسے وجود میں آیا ہے؟ آپ خدارا میری اس الجھن کو رفع کریں تاکہ میں اس کشمکش سے نجات پا جاؤں۔

جواب:- آپ نے جن سوالات اور شبہات کا ذکر اپنے خط میں کیا ہے اس طرح کے سوالات کا انسانی ذہن میں پیدا ہو جانا کوئی محال یا ناممکن امر نہیں ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا غور و فکر کریں تو آپ کو اس حقیقت کا بھی احساس ہو جائے گا کہ اس طرح کے وساوس صرف اس آدمی کو ہی لاحق نہیں